Fikr-o-Nasar (Islamabad) 14:10-11 (1977)

اقبال کا جاوید نامہ اور معری

عبدالرحمن طاہر سورتی

ابوالعلاء المعری اور علامہ اقبال رح دونوں ھی اپنے اپنے زمانہ کی ایسی عظیم شخصیتین ھیں کہ اگر یہ نہ ھوتے تو شاید کوئی دوسرا علم و ادب، بلندی فکر اور شعر و نثر میں ان کی جانشینی نہ کرتا ۔ دونوں بلند پایہ شاعر، اپنی اپنی زبانوں پر پورا عبور رکھنے والے، ساتھ ھی بہترین نثر نگار، دونوں اپنی شاعری، علم و فن اور فلسفہ و فکر کے اظہار میں اپنے معاصرین اور پیشرووں سے ممتاز و منفرد، دونوں اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے ھی نہیں بلکہ تمام دنیا اور ساری انسانیت کی عظمت کے امین ۔ دونوں کے بارے میں یہ امر زیر بحث رھا کہ وہ شاعر تھے یا فلسفی، دونوں فقیہان شہر سے باغی، دونوں یقین و عمل کے داعی، 'حضرت شیخ' دونوں کے خلاف، دونوں اپنے دور میں خود کو غریب الدیار شمار کرتے اور مونس و غم خوار کے متلاشی، دونوں عالمی حیثیت کے مالک، انسانیت کے پیامبر، دونوں ادب برائے زندگی کے قائل ۔ اگر فرق ھے تو وھی جو بعد زمانی کی وجہ سے علم و تہذیب کے اختلاف میں ھے ۔ ابوالعلاء المعری کی پیدائش پر ھزار سالہ جشن ۱۹۴۴ء/ ۱۳۶۳ھ میں شام میں منایا گیا ۔ اورعلامہ اقبال کی پیدائش پر صدی گزرنے کی تقریب ۱۹۷۷ء / ۱۳۹۷ھ میں منائی جا رھی ھے ۔

علامہ اقبال کی کوئی تصنیف غیر مطبوعہ نہیں رھی جب کہ معری کی تقریباً سو تصانیف میں سے بیشتر قیمتی تصانیف ناپید ھو چکی ھیں، علامہ اقبال کا جاوید نامہ معری کی شہرۂ آفاق تصنیف ''رسالۃ الغفران'' کی یاد دلاتا ھے ۔ جس طرح جاوید نامہ علامہ اقبال کے فکر کی معراج ھے 'غفران' معری کے قلم

کا شاھکار ھے - اقبال جاوید نامہ میں اور معری غفران میں، آسمانوں پر پہنچ کر ماضی کی معروف شخصیتوں سے عالم ارواح میں ملاقات کرتے ھیں، جاوید نامہ میں اقبال کا میدان دین و فلسفہ اور سیاست ھے - اور غفران میں معری کا میدان بھی دین و فلسفہ اور ادب ھے -

آسمانوں کی سیر اور عالم ارواح کے سفر کا خیال بہت قدیم ھے ورجل (Virgil) کی اینیڈ (Aneid)، ھومر (Homer) کی اوڈیسی (Odyssey) اور ایلیڈ (Iliad)، انجیل (عہد نامہ جدید) کے آخر میں یوحنا عارف کا مکاشفہ، معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور اس موضوع سے متعلق تالیفات، سنائی غزنوی کی سیر العباد الی المعاد، ڈانٹے کی ڈیوائن کامیڈی، زردشتی مصلح دین ''اردا ویراو'' کی تالیف ''اردا ویرافنامہ''، ابوالعلاء المعری کا ''الغفران''، اور علامہ اقبال کا ''جاوید نامہ'' یہ سب اس حیثیت سے کہ وہ فکری اور روحانی سفر کے حالات کا حسین تذکرہ ھیں، باھم مناسبت رکھتے ھیں - کسی نے ماضی کے احوال و شخصیات سے بحث کی اور کسی نے مرغ فکر کے پروں پر بیٹھ کر عالم مستقبل کی سیر کی، علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے شاعری کو منتخب کیا جب کہ ابوالعلاء المعری نے ''الغفران'' میں نثر کو اظہار افکار کا ذریعہ بنایا -

جاوید نامہ میں علامہ اقبال کے آسمانی سفر میں ان کے رھنما مولانا رومی ھیں، جاوید نامہ میں علامہ اقبال نے اپنا بنیادی پیغام اور اس کی روح پیش کی ھے - اختصار سے یہ کہا جا سکتا ھے کہ قوم بالخصوص نئی نسل طاقتور و بیدار ھو کر کائنات کی تسخیر کرے - مسلسل جدوجہد اور لگا تار سفر میں رھے- تخلیقی صلاحیتیں پیدا کرے اور خلاق بنے - حق اور خیر کو اپنانے کے جذبہ (عشق) سے سرشار ھو- آسمانوں پر پرواز کے ذریعے معراج حاصل کرے - موت کا مقابلہ کرے، قرآن میں غوطہ زنی کرے اور لافانی بن جائے -

آنیم من جاودانی کن مرا
از زمینی آسمانی کن مرا

جیسا کہ ''جاوید نامہ،، کا نام بتا رہا ھے علامہ اقبال نے نئی نسل کے لئے اپنے فرزند ''جاوید،، کو بطور رمز استعمال کیا ھے۔ جاوید نامہ کے آغاز میں انھوں نے لکھا ھے۔

من کہ نو میدم زپیران کہن دارم از روزے کہ می آید سخن
بر جواناں سہل کن حرف مرا بہر شاں پایاب کن ژرف مرا

پھر جاوید نامہ کے آخری حصہ کو جو کتاب کا ماحصل ھے ''جاوید نامہ،، عنوان دے کر اس کے نیچے قوسین میں (سخنے بہ نژاد و نو) سے ایک بار پھر دیوان کی غرض و غایت کی طرف اشارہ کیا ھے۔

جاوید نامہ میں علامہ اقبال نے مصلحین و سلاطین کی زبان سے جوانوں کو یورپ کی چالوں سے باخبر کیا، ساتھ ھی انھیں بتایا کہ وہ کونسا جوھر ھے جو یورپ کی ترقی کا سبب ھے۔ ابدالی کہہ رھا ھے۔

علم و فن را اے جوان شوخ و شنگ
مغز می باید نہ ملبوس فرنگ
قوت افرنگ از علم و فن است
از ھمیں آتش چراغش روشن است

مجھے افسوس ھے کہ میں جاوید نامہ کے ان شارحین و مترجمین سے اتفاق نہیں رکھتا جو جاوید نامہ کے عنوان سے دیوان کے آخری حصے کو کتاب کا حصہ قرار نہیں دیتے اور اس بناء پر اس کا ترجمہ نہیں کرتے۔

علامہ اقبال فرد و قوم کو طاقتور بنانے اور تسخیر کائنات کے قابل بنانے کیلئے عشق کی تلقین کرتے ھیں۔ جو ان کے ھاں سلطان و برھان بھی ھے۔ اور ایمان بھی!

عشق سلطان است و برہان مبین
ہر دو عالم عشق را زیر نگین

ان کے نزدیک چاند تاروں پر جانے کا نام معراج نہیں بلکہ شعور میں انقلاب پیدا کرنا معراج ہے۔ ایسا انقلاب جو فکر و تخیل کے حجابات اٹھا دے اور جس کے بعد بندہ اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہے۔

از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دور
چیست معراج ؟ انقلاب اندر شعور
گر تو خواہی من نباشم درمیان
لی مع اللہ باز خوان از عین جان

اب سوال یہ ہے کہ نئی نسل ان بلند مقاصد کو کس طرح حاصل کر سکتی ہے ؟ اس مضمون پر اقبال مختلف سیاروں میں جا کر مختلف انبیاء، ناسور مصلحین سے بات چیت کرتے ہیں۔ وہ مغرب کی ترقی سے غیر مطمئن، اور مشرق کے مستقبل سے پر امید ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ امت مسلمہ بیدار ہو گی، قرآن مجید کی طرف رجوع کرے گی، محکمات قرآن پر عمل کرے گی اور نظام اسلام قائم ہوگا جہاں معاشرہ بدامنی، فساد اور ظلم و استحصال سے پاک ہوگا، زمین اللہ کی ہوگی اور انسان انسان کو سجدہ نہیں کرے گا۔ برائی مغلوب ہوگی اور اس طرح ابلیس کی یہ آرزو کہ وہ ایک طاقت ور اور تند و تیز حریف کو دیکھنا چاہتا ہے جو اس کے حملوں کا جواب دے سکے، پوری ہو گی۔

بندہ صاحب نظر باید مرا   یک حریف پختہ تر باید مرا
اے خدا یک زندہ مرد حق پرست   لذتے شاید کہ یابم در شکست

علامہ اقبال قمر، عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل کی سیر کرتے

ہوئے جنت الفردوس جاتے ہیں اور پھر لذت وصل سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس پورے سفر میں وہ اپنے مزاج و ذوق کے مطابق مشرق و مغرب کی جن ارواح سے ملتے ہیں وہ نہایت بلند پایہ اور اپنے طرز کی منفرد ارواح ہیں۔ مصلح ہیں تو نہایت مدبر، زیرک، اور مفسد ہیں تو اپنی طرز کے یکتا، انتہائی بھیانک اقدام کرنے والے اور خوفناک جرم کے مرتکب، پھر یہی نہیں کہ وہ ان شخصیتوں کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیتے ہوں اور ان سے اپنے زمانہ کی باتیں سنتے ہوں بلکہ وہ ان میں سے ہر شخصیت کو موقع دیتے ہیں کہ وہ موجودہ زمانہ کے مسائل پر تبصرہ کرے۔ اقبال کے دور کی اقتصادی سیاسی اور سماجی مشکلات کا حل بتائے۔ اور آج کے دور میں نئی نسل کو کامیاب زندگی گذارنے کے آداب سکھائے۔

جمال الدین افغانی کی زبان سے دینی حقائق، اسرار کتاب، اور مقصود قرآن، ایسے دل نشین انداز سے کہلواتے ہیں کہ ہماری نسل اسے روشنی کا مینار قرار دے سکتی ہے، پھر ملت روسیہ کو جس طرح افغانی نے پیغام دیا ہے وہ چشم بصیرت کے لئے سرمۂ عبرت ہے۔

کردۂ کار خداوندی تمام
بگزر از لا، جانب الا خرام

چیست قرآن؟ خواجہ راہ پیغام مرگ
دستگیر بندۂ بے ساز و برگ

از ربا، جان تیرہ، دل چوں خشت و سنگ
آدمی درندہ بے دندان و چنگ

بندۂ مومن امین، حق مالک است
غیر حق ہر شے کہ بینی ہالک است

جمال الدین افغانی سے علامہ اقبال کی عقیدت نہایت گہری اور معنی خیز ہے ۔ وہ ان کے ذریعہ دعوت اسلام، وحدت امت، امت اسلامیہ کی تشکیل جدید کے لئے اجتہاد کے افکار کو عام کرتے ہیں ۔ جاوید نامہ میں ایک جگہ وہ اپنی انگریزی تصنیف ''تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،، کے مطالعہ کی ترغیب بھی دیتے ہیں ۔

جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا کی ارواح سے دین و وطن کی آویزش، مشرق و مغرب کی کشمکش، سرمایہ دارانہ نظام، ملوکیت اور اشتراکت کی ستیزہ کاری پر قیمتی اور عصر حاضر کے لئے عبرتناک گفتگو سنواتے ہیں ۔

علامہ اقبال ابوجہل کی روح سے نوحہ کراتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ وہ عہد جدید کے لات و منات کی جنہوں نے کہ انسان کی بے حرمتی کی ہےتصویر کھینچ رہے ہیں ۔ اور جب ابلیس اپنا حریف نہ ملنے کی وجہ سے نوحہ خواں ہوتا ہے، تو ایسے طعنوں سے کام لیتا ہے کہ راکھ کا ڈھیر بھی بھڑک اٹھتا ہے اور ہر قاری کا دل چاھتا ہے کہ وہ ''یک مرد زندہ حق پرست،، بن کر ابلیس سے پنجہ آزما ہو ۔

اور جب اقبال کا روح حلاج سے سامنا ھوتا ہے تو اس کی زبان سے اس کی آپ بیتی کہلواتے ہیں، کس طرح ایک موت کے منہ میں نہ جانے کی خواھشمند قوم جو اسرار حیات سے بیگانہ ھو جاتی ہے اپنے محسن کو جو اسے چونکا کر زندگی کی طرف پلٹنے کی دعوت دیتا ہے اپنا دشمن خیال کرتی اور کافر گرداتنی ہے، پھر حلاج اقبال سے کہتا ہے؟

آنچہ من کردم تو ہم کردی بترس
محشرے بر مردہ آوری بترس

الغرض جاوید نامہ کے ذریعے علامہ اقبال نے امت کو شیطان اور بدی کی تمام چالوں سے باخبر کرکے انہیں حق اور خیر کی وہ قوت بخشی جس کے ذریعہ

وہ اپنے زمانے کی قیادت کا منصب سنبھال سکے۔

علامہ اقبال کے پاس سوز و درد ہے، ایک پیغام ہے جسے وہ عام کرنا چاہتے ہیں اور اسے اپنے قافلہ میں لٹانا چاہتے ہیں۔ مثبت تعلیمات و ہدایات ہیں جن سے وہ نئی نسل کو آراستہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

اقبال کے زمانہ میں سامراجی طاقتیں ہندوستان میں دم توڑ رہی تھیں۔ مظلوم قومیں ابھرنے کے لئے بیتاب تھیں اور اس ملک میں مسلمان اپنا حق لینے کے لئے جد و جہد کر رہا تھا۔

معری کے دور میں مسلمان مائل بہ انحطاط تھے، عجمی عنصر سر اٹھا رہا تھا صلیبی جنگوں کی آمد آمد تھی، تاہم اس سیاسی انحطاط و خلفشار کے باوجود ادبی محفلیں پر رونق تھیں۔ ہر امیر اور علاقائی رئیس اپنے دربار میں علماء و شعراء و ادباء کو رکھنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ لہذا طلبہ میں حصول علم کا جذبہ زندہ تھا۔

علامہ اقبال کے ہاں جس طرح حق منوانے اور حق حاصل کرنے کے لئے طاقتور بننے اور طاقت حاصل کرنے کا تصور ہے، معری بھی ان کا ہم خیال ہے۔ جب کسی حکیم نے معری کو طاقت کے لئے چوزہ کا شوربا استعمال کرنے کا مشورہ دیا تو چوزہ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے معری نے کہا تھا: ”تیرے کمزور ہونے کی وجہ سے حکیم تیری یخنی تجویز کرتا ہے۔ آخر یہ حکیم لوگ شیر کے بچے کا نام کیوں نہیں لیتے؟“ یہی وہ تند و تیز فکر تھی جو معری کے افکار سے علامہ اقبال نے چن لی:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

کہا جاتا ہے کہ معری نے قرآن مجید کے مقابلہ میں ”الفصول الغایات“ تصنیف کی لیکن یہ خیال باطل ہے، ہمیں تو اس کتاب کے جزء اول میں (جس کی

جلد ثانی نا معلوم ہے) پند و نصائح ، زھدو اخلاق اور تسبیح الٰہی کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ معری تو قرآن مجید کی عظمت و اعجاز کا اس درجہ قائل ہے کہ اپنی تالیف 'غفران' میں ابن الراوندی کی تصنیف ''الدامغ'' پر جس میں ابن راوندی نے قرآن پر اعتراض کئے ہیں ، تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

ملحد ہو یا صحیح العقیدہ ، گمرہ ہو یا حق پرست ، ہر دو کا اتفاق ہے کہ یہ کتاب جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں ، ایک معجزہ ہے۔ یہ اپنے حریف کو بے دست و پا کر دیتی ہے۔ کسی متعارف اور رائج اسلوب کی پابند نہیں۔ نہ یہ نادر مثالوں سے مشابہ ہے ، نہ شعر موزوں ہے ، نہ نرم و تند رجز۔ نہ عرب کے طرز خطاب سے ہم آہنگ ، نہ دانا کاہنوں کی سجع ، بس ایک روشن آفتاب ہے ، ایک نور ہے۔ اگر خاموش بلند پہاڑ اسے سمجھ لے تو پھٹ پڑے۔ اور اگر پہاڑوں میں چوکڑیاں بھرنے والے جنگی بارہ سنگھے اسے سنیں تو انہیں قرار و سکون نصیب ہو جائے۔ فرمان الٰہی ہے: ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے پیش کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں''۔ اس کتاب مبین کی ایک آیت یا آیت کا کوئی ٹکڑا بھی اگر انسانوں کی فصیح ترین عبارت میں آجائے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ تاریکی میں چمکدار تارہ یا قحط زدہ مرجھائے ہوئے پودوں میں ایک تازہ پھول ۔ تبارك الله احسن الخالقین''۔ (۱)

زبان و بیان پر معری کی بے پناہ قدرت کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے ایک عالم دوست علی بن منصور المعروف بابن القارح کے خط کے جواب میں اس نے پوری کتاب ''رسالۃ الغفران'' لکھ دی۔ جو نہ صرف ادبی شہکار ہے ، جس میں نہ صرف معانی بیان ، شعر و لغت اور صرف و نحو کے مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ شعراء کا تذکرہ ہے ، جنت وجہنم کی سیر ہے ، بلکہ اس میں مختلف مذاہب اور

---

۱ ۔ نکلسن کا اس ترجمہ پر نوٹ ہے کہ یہ عبارت پرزور پردید کرتی ہے کہ معری نے قرآن کا مقابلہ کیا تھا ۔

اسلامی فرقوں کے بارے میں بہت سی قیمتی معلومات بھی ھیں، جو تقابل ادیان کے موضوع پر معری کی وسعت نظر کی آئینہ دار ھیں۔

غفران میں ایک جگہ ” دھر “، ”دھریت“، ”الحاد“، و زندیقی پر کلام کرتے ہوئے وہ لکھتا ھے:

زمانہ (دھر) کی مذمت و شکایت کا چرچا قدیم زمانہ سے چلا آرھا ھے۔ حتی کہ حدیث میں آیا ھے۔

لاتسبوا الدھر فان اللہ ھی ھوالدھر. دھر (زمانہ) کو برا بھلا نہ کہو کہ اللہ تو دھر ھے۔ (صحیح مسلم)۔

لیکن اس عبارت کا مفہوم معلوم ھے، اور اس کا باطنی مفہوم ظاھری مفہوم سے مختلف ھے۔ اس لئے کہ انبیاء کرام میں سے کسی نے بھی اس فکر کی تائید نہیں کی کہ دھر ھی خالق ھے یا معبود ھے۔ اور قرآن مجید میں تو (کفار کی زبانی) یہ آیا ھے۔

وما یھلکنا الا الدھر. ھمیں تو صرف دھر ھی ھلاک کرتا ھے۔ (الجاثیة : ٢٤) (غفران ص ٤٢٦)

بعد ازاں معری زمان پر بحث کرتا ھے اور اپنی تعریف پیش کرتا ھے:

بعض لوگوں نے زمان کی تعریف پیش کی ھے: زمان فلک کی حرکت کا نام ھے، سیبویہ نے اپنی الکتاب میں زمان کی تعریف میں لکھا ھے۔ ”رات اور دن کا گزرنا“، لیکن زمان کی جو تعریف میں سمجھتا ھوں وہ یہ ھے:

زمان ایک ایسی شے ھے کہ جس کا کمترین جزء جملہ مدرکات پر مشتمل ھے، اس مفہوم میں وہ مکان کی ضد ھے، اس لئے کہ اس کے کمترین جزء کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی شے پر مشتمل ھو، جیسے کہ ظروف اس پر مشتمل ھوتے ھیں۔

ممکن ہے کہ یہ تعریف کسی نے بیان کی ہو لیکن میری نظر سے نہیں گزری۔ (غفران ۲۲۶)۔

علامہ اقبال نے جواب شکوہ میں ''رضوان،، کو نہایت بذلہ سنج اور سخن شناس بتایا ہے:

کچھ جو سمجھا میرے شکوہ کو تو رضواں سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

کون جانے کہ اس شعر میں عربی کے شاعر معری کا کتنا حصہ ہے، معری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انھوں نے غفران لکھا تھا اس وقت تک رضوان شعر و سخن سے یکسر نا آشنا تھے۔ ذیل میں ہم غفران کا اقتباس پیش کرتے ہیں، اس سے آپ کو غفران کا موضوع بھی معلوم ہوسکے گا اور بیان کا نمونہ بھی:

''ابن القارح (جنت کے شعراء سے) دریافت کرتے ہیں آپ میں سے تمیم بن ابی کون ہے؟ ان میں سے ایک کہتا ہے: میں ہوں۔ ابن القارح اس سے دریافت کرتا ہے۔ اپنے اس شعر کی شرح بیان کیجئے۔

یادار سلمی خلاء لا اکلفها الا المرانة حتی تسأم الدینا

(ترجمہ)۔ اے ویرانے میں سلمی کے گھر، میں اسے مرانة کے سوا کوئی تکلیف نہیں دیتا تاآنکہ وہ اس طریقہ سے اکتا جائے۔

اس شعر میں آپکا ''مرانة،، سے کیا مقصود ہے؟ شارحین اس سے آپکی مراد میں مختلف اقوال بیان کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اس لفظ سے تمہاری مراد کسی عورت کا نام ہے بعض یہ اونٹنی کا نام بتاتے ہیں، بعض اس کے معنی عادت لیتے ہیں؟ تمیم جواب میں کہتا ہے: اللہ کی قسم! جب میں فردوس کے دروازے سے داخل ہوا تو اس وقت شعر یا رجز کا ایک لفظ بھی مجھے یاد نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا بڑا سخت محاسبہ ہوا۔ مجھ سے کہا گیا:

تم ان لوگوں میں تھے جنہوں نے علی بن ابی طالب سے جنگ کی تھی۔ پھر میرے سامنے (حضرت علی کی حمایت میں قصائد کہنے والا شاعر) نجاشی حارثی نمودار ہوا۔ میں جہنم کی آگ سے جھلستا ہوا بمشکل نکل سکا۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ابن القارح) کا حافظہ سلامت رہا اور حشر کے بد حواس کرنے والے خوفناک حوادث آپکے سامنے نہ آئے، جہاں میدان حشر میں آوازیں پڑ رہی تھیں فلاں بن فلاں حاضر ہو، اور جہنم کے داروغے خود سر و متکبر اور جابر ڈکٹیٹروں کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینک رہے تھے۔ تاج پوش خواتین آگ کے شعلوں میں جھونکی جا رہی تھیں، اور ان کے بال اور اجسام جل رہے تھے اور وہ چلا رہی تھیں کہ کیا کوئی جان بچانے کا ذریعہ و فدیہ ممکن ہے؟ کوئی معذرت ہو سکتی ہے؟ بڑے بڑے بادشاہوں کی نوجوان اولاد آگ کی بیڑیوں میں سلگ رہی تھی، وہ کہہ رہے: تھے ہم خزانوں کے مالک ہیں ہم دنیا کے مالک ہیں۔ ہم نے لوگوں کے ساتھ بڑے احسانات کئے ہیں لیکن آج کوئی ہمارا بچاؤ کرنے والا یا مددگار نہیں۔ اس وقت عرش کی طرف سے آواز آئی۔

او لم نعمر کم ما یتذکر　کیا ہم نے تمہیں اتنی مدت تک زندگی نہ دی تھی
فیه من تذکر و جاء کم　کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ
النذیر. فذوقوا فما للظالمین　نصیحت حاصل کرلیتا اور تمہارے پاس انجام بد
من نصیر۔　سے ڈرانے والا بھی آیا، اب تو مزہ چکھو کہ
(سورۃ فاطر: ۳۷)　ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔

آگے چل کر معری، ابن القارح کی زبانی حشر کی آپ بیتی کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔

میں جب قبر سے نکل کر میدان حشر میں پہنچا اور وہ دن قرآن مجید میں پچاس ہزار برس کا بیان ہوا ہے تو یہ مدت مجھے بہت لمبی معلوم

ہونے لگی۔ حبس اور گرمی کی شدت سے میں سخت پیاسا تھا۔ میں پہلے ھی جلد پیاس محسوس کرنے کا عادی تھا، مجھے معلوم ہوا کہ میں اس کیفیت کی تاب نہ لا سکوں گا۔ میرے نگراں فرشتہ نے جو میرا عمل نامہ دکھایا اس میں بھلائیاں خال خال تھیں، البتہ آخر میں توبہ، تاریک شب میں رہرو کے لئے شمع کی طرح روشن تھی۔ دو ماہ بھی نہ ہوئے کہ مجھے پسینہ میں غرق ہونے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ میرے دل نے سجھایا کہ میں خازن جنت رضوان کی شان میں قصیدہ پیش کردوں جو میں نے امرؤالقیس کے مصرعہ :

قفانبك من ذکری حبیب و عرفان

کے وزن اور ردیف و قافیہ پر کہا اور اسے رضوان کے نام موسوم کیا، پھر لوگوں کی بھیڑ کو کاٹتا ہوا ایسی جگہ پہنچا جہاں سے رضوان مجھے دیکھ اور میری سن رہا تھا۔ لیکن اس نے مجھے کوئی اہمیت نہ دی اور میرا خیال ھے کہ وہ نہ میری بات سمجھا، نہ اس نے مجھے درخور اعتنا گردانا، میں دنیا کے وقت کے مطابق کوئی دس دن کھڑا رہا پھر میں نے دوسرا قصیدہ تیار کیا۔ اخطل کے مندرجہ ذیل شعر کے ردیف و قافیہ کے مطابق :

بان الخلیط و لو طووعت ما بانا
و قطعوا من حبال الوصل اقرانا

اور اسے بھی رضوان کے نام موسوم کرکے پہلے کی طرح ان کے قریب پہنچ کر پڑھا، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے میں پہاڑ کو ھلانے کی کوشش کر رہا ہوں، اور جیسے میں راکھ سے آگ سلگا رہا ہوں۔ الغرض میں نے وہ تمام اوزان اور ردیف و قوافی تلاش کر کے جن میں رضوان کا استعمال ہو سکے، ان کی شان میں قصیدے پر قصیدے کہنا شروع کر دئے، حتّی کہ میری پونجی ختم ہو گئی۔ لیکن کامیابی کی کوئی صورت پھر بھی نظر نہ آئی، میں نے اپنی بلند ترین آواز سے رضوان کو پکارا۔ اے عظیم قولوں کے مالک

رضوان ! اے فردوس کے نگران ۔ کیا آپ میری پکار اور فریاد نہیں سن رہے ھیں ؟ اس نے جواب دیا ! میں کچھ سن تو رہا ھوں کہ تم رضوان کا نام لے رہے ھو، لیکن میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ۔ اے مسکین ! تم کیا چاھتے ھو؟ میں نے کہا ۔ جناب میں ایک کمزور انسان ، ھوں دھوپ کی تمازت اور پیاس کی شدت برداشت نہیں کر سکتا ۔ حساب کا وقفہ میرے لئے صبر آزما ھے ؟ میرے پاس توبہ نامہ ھے ۔ جو تمام گناھوں کا کفارہ ھے ۔ میں دیر سے آپ کی شان میں قصائد پڑھ رہا ھوں اور ان اشعار میں آپ کا نام لے رہا ھوں ۔ رضوان نے دریافت کیا ۔ یہ شعر و قصائد کیا چیز ھوتی ھے ؟ یہ لفظ تو میں نے اس سے پہلے کبھی سنا ھی نہیں ۔ میں نے کہا ۔ اشعار شعر کی جمع ھے اور شعر موزوں کلام کو کہتے ھیں جو اپنی شرائط پر پورا ھو تو طبیعت اسے قبول کرتی ھے، اگر اس میں کمی بیشی ھو تو شاعری کا ملکہ بنا دیتا ھے، دنیا میں تو ھم رئیسوں اور بادشاھوں سے قرب حاصل کرنے کے لئے اس کو وسیلہ بناتے تھے، اب یہ لے کر آپ کے پاس آیا ھوں کہ جنت میں داخلہ پاؤں.......... رضوان نے کہا تم نادان معلوم ھوتے ھو ۔ بھلا رب العزۃ کی اجازت کے بغیر میں تمہیں جنت میں داخلہ کی اجازت کیوں کر دے سکتا ھوں ؟ (الغفران : ۲۴۹)

علامہ اقبال اور معری دونوں کے ھاں پیر حرم، شیخ یا ملا کے بارے میں اچھا تاثر نہیں پایا جاتا ایک جگہ علامہ اقبال نے کہا ھے ۔

یہی پیر حرم ھے جو چرا کر بیچ کھاتا ھے
گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زھرا

لیکن معری کا ملا خود اپنی چادر بھی گروی رکھ کر میکدہ پہنچ جاتا ھے ۔

بحرم فیکم الصہباء صبحا و یشربھا علی عمد مساء

تحساها فمن سزج و صرف ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ یعل کأنما ورد الحساء
یقول لکم غدوت بلا کساء ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ و فی لذاتها رهن الکساء
اذا فعل الفتی ما عنه ینهی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ فمن جهتین لا جهة أساء

(ترجمه) صبح کو تو وہ لوگوں میں شراب کی حرمت صادر کرتا ہے اور شام کو قصدا شراب پیتا ہے، وہ مزے لے لے کر اس کی چسکیاں بھرتا ہے، کبھی خالص پیتا ہے اور کبھی پانی کی آمیزش کر کے ۔ وہ بار بار اس طرح پیتا ہے گویا وہ صاف و شیریں پانی کے گھاٹ پر اترا ہوا ہے ۔ تم سے تو کہتا ہے کہ میرے پاس اوڑھنے کو چادر تک نہیں رہی لیکن اپنی چادر عیاشیوں میں گروی رکھ آیا ہے ۔ جب کوئی شخص وہی کام خود کرے جس سے وہ لوگوں کو منع کرتا ہے تو وہ اکہری نہیں دھری غلطی کا مرتکب ہو جاتا ہے ۔

علامہ اقبال نے کہا تھا:

ابلہ دنیا ہے کیوں دانائے دیں

اور معری بھی اپنے تجربہ کا ما حصل یہی بتاتا ہے ۔

لقد فتشت عن اصحاب دین ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ لهم نسك ، و لیس لهم ریاء
فالقیت البهائم لا عقول ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تقیم لها الدلیل ولا ضیاء
و اخوان الفطانة فی اختیال ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کأنهم لقوم انبیــاء
فاما هولاء فاهل مکر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ و أما الاولون فاغبیاء

(ترجمه) میں نے ایسے ارباب دین کو تلاش کیا جو عبادت گزار ہوں اور ریا سے پاک ہوں تو مجھے بہائم ملے، دلیل پیش کرنے والی عقول سے خالی اور روشنی سے تہی ۔ دوسری طرف دانشمندوں کو دیکھا جو خود پر نازاں ہیں جیسے وہ لوگوں کے لئے انبیاء ہیں، یہ تو اہل مکر ہیں لیکن اول الذکر ابلہ ۔

ایک اور جگہ تو معری تمام اہل ادیان پر سخت گرفت کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے ۔

اثنان اهل الارض، ذو عقل بلا دین، و آخر دین لا عقل له

(ترجمه) اهل دنیا دو قسم کے هیں ایک اهل عقل جو بے دین هیں - دوسرے دیندار جو احمق هیں - علامه اقبال بهی جاوید نامه میں سعید حلیم پاشا کی زبان سے ملا کے بارے میں یوں گویا هیں :

دین حق از کافری رسوا تر است زانکه ملا مومن کافر گر است
بے نصیب از حکمت دین نبی آسمانش تیره از بے کو کبی
کم نگاه و کور ذوق و هرزه گرد ملت از قال و اقولش فرد فرد
مکتب و ملا و اسرار کتاب کور مادر زاد و نور آفتاب
دین کافر فکر و تدبیر جهاد دین ملا فی سبیل الله فساد

معری انسانوں کی سعادت مندی کا خواهاں هے، مگر اس تک پهنچنے میں بعض کٹهن مراحل اور مشکلات پاتا هے ان میں سے ایک تو خود انسانی جبلت و سرشت کا مسئله هے جو خیر کو مشکل سمجھ کر چهوڑ دیتی هے اور شر کو لذیذ و خوشنما پاتی هے اور اس تک بلا محنت اور بے جدو جهد پهنچ جاتی هے - عقل جو اس کے نزدیک سب سے قیمتی سرمایه هے اور دین و علم تک پهنچانے کا واحد ذریعه هے - انسان اس کا دشمن بنا هوا هے اسے ختم کرنے کےلئے آباء و اجداد کی تقلید، عیش و عشرت شراب، نوشی، اور ذاتی مفاد پرستی کا شکار هو جاتا هے، وه جسے خیر سمجھتا هے اس کی تعریف یوں کرتا هے :

ما الخیر صوم یذوب الصائمون له ولا صلواة ولا صوف علی الجسد
و انما هو ترك الشر مطرحا و نفضك الصدر من غل ومن حسد

(ترجمه) خیر نه تو روزه کا نام هے جس کے لئے روزه دار پگهلے جاتے هیں اور نه هی نماز کا، نه بدن پر اون کا (صوفی بننے کا) خیر تو یه هے که شر کو اپنے سے یکسر دور کر کے سینه سے کینه و حسد کا غبار جهاڑ دیا جائے -

وہ دینی مسائل میں عقل و اجتہاد سے کام لینے کا قائل ہے ۔ اور جب وہ عقل سے کام لینا چھوڑ کر اماموں کی تقلید کرتا ہے تو اس کی عقل اس سے نفرت کرنے لگتی ہے :

و ینفر عقلی مغضبا ان ترکته سدی ، و اتبعت الشافعی و مالکا

وہ کہتا ہے میں تو مقدور بھر داعی الی الخیر کے پیچھے لگ جاؤنگا اور جب دنیا سے کوچ کرونگا تو عقل کے سوا میرا کوئی امام نہ ہوگا :

ساتبع من یدعو الی الخیر جاهدا و ارحل عنها، ما امامی سوی عقلی

اقبال کی طرح معری کسی آنے والے کا انتظار است کو عمل سے بیگانہ بنانے کا ذریعہ خیال کرتا ہے ۔ تاہم معری کسی امام کے انتظار میں بیٹھے رہنے کے بجائے عقل و اجتہاد سے کام لینے کی تلقین کرتا ہے ۔

یرتجی الناس ان یقوم امام ناطق، فی الکتیبة الخرساء
کذب الظن، لاامام سوی العقل مشیرا فی صبحه و المساء

اور بے عقل کے مذاہب کو سرمایہ داروں کا آلہ کار قرار دیتا ہے :

انما هذه المذاهب اسباب لجذب الدنیا الی الرؤساء

علامہ اقبال کے ہاں ''الارض لله'' کا اصول انسانوں کو ملکیت میں من مانی کرنے سے روکتا اور ملکیت کا فائدہ سب کے لئے عام کرتا ہے، ان کے ہاں ملکیت برائے نفع انسانیت ہے ۔ دولت کوئی ایسی چیز نہیں جس کو محبوب بنایا جائے اور جس کو جمع کرنا مشغلہ بنایا جائے، علامہ اقبال کے ہاں فقر تسخیر کائنات اور سلطانی کا نام ہے اور زمین و دولت جز متاع کچھ نہیں، یہ خاک فتنہ ہائے حرب و ضرب کی سزا وار نہیں ۔

معری بھی زمین کو مشترکہ ملکیت بنا کر ذرائع پیداوار سب کے لئے عام کرنے کا حامی ہے :

لو کان لی أو لغیری قدر أنملة　من البسیطة، خلت الامر مشترکا

(ترجمہ) اگر میرے یا میرے سوا دوسرے کے پاس انگشت بھر زمین ھو تو میں اس کو سب کے لئے مشترک خیال کروں گا۔

اقبال کو مسلمانوں میں یقین کے فقدان اور تقلید و ظن کی کثرت کی شکایت ہے اور معری کو بھی یہی گلہ ہے۔ اقبال کہتے ھیں :

از مسلماں دیدہ ام تقلید و ظن　ھر زماں جانم بلرزد در بدن

ایک جگہ وہ کہتے ھیں :

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار　غلامی سے بتر ہے بے یقینی

معری کہتے ھیں :

اما الیقین فلا یقین و انما　اقصی اجتھادی ان اظن واحد سا

(ترجمہ) جس کا نام یقین ہے تو وہ تو قطعاً نہیں ہے۔ اور ھماری انتہائی سعی یہ ہے کہ ظن و گماں سے کام لیں۔ دوسری جگہ کہتے ھیں :

و قد عدم التیقن فی زمان　حصلنا من حجاہ علی التظنی

فقلنا للھزبر: أ أنت لیث　فشك و قال: علّی او کأنی

(ترجمہ) اس زمانہ میں جس کی عقل و خرد کا کل سرمایہ ظن و گماں ہے اور یقین ناپید ہے تو اگر ھم شیر ببر سے کہیں : کیا تو شیر ہے ؟ تو وہ شک کے لہجے میں جواب دے گا : ''شاید و باید،، :

اقبال وحدت و مساوات انسانی کے قائل ھیں اور طبقاتی تعصبات اور رنگ و نسل کے امتیازات کے خلاف ھیں۔

خون شہ رنگیں تر از مزدور نیست

روح ابو جہل کے نوحہ میں کہتے ھیں :

مذھب او قاطع ملک و نسب　از قریش و منکر از فضل عرب

احمران با اسودان آمیختند آبروئے دود مانے ریختند

معری کے ہاں بھی انسانی مساوات کی فکر غالب ہے، وہ متعدد پہلوؤں سے انسانوں کو برابری کا درجہ دیتا ہے۔ قضا و قدر کے فیصلے سب پر یکساں صادر ہوتے ہیں ان کی پیدائش ایک طریقہ پر ہوتی ہے اور انجام کار وہ ایک صورت اختیار کرلیتے ہیں، لہذا:

لا یفخرن الھاشمی علی امرئ من آل بربر
فالحق یحلف ما علی عندہ الا کقنبر

(ترجمہ) کوئی ہاشمی، قبیلہ بربر کے کسی فرد سے بر تر ہونے کا دعوی یا فخر نہ کرے، حق گواہی دیتا ہے کہ اس کے نزدیک علیؓ (اپنے غلام) قنبر کے برابر ہیں۔

معری مرد مومن ہے، لیکن اس کا ایمان عقلی اساس پر قائم ہے، وہ گو بصارت سے محروم تھا تاہم آیات الہی پر اندھا بہرہ بن کر سجدہ ریز نہ ہوتا تھا، معری کے ہاں دین، وحی، معاملات و علوم کو اپنانے کے لئے پیمانہ عقل اور صرف عقل ہے۔ اسے ارباب دین سے تقلید اور عقل سے کام نہ لینے کی شکایت ہے نیز یہ کہ یہ اپنے خود ساختہ عقائد دوسروں پر تھوپتے ہیں اور انہیں عقل سے فیصلہ کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ اپنے ایک شعر میں وہ کہتا ہے۔

اثنان أهل الارض، ذو عقل بلا دین و آخر دین لا عقل له

(ترجمہ) باشندگان زمین دو حصوں میں منقسم ہیں ایک عقلمند جو بے دین ہے اور دوسرا دیندار جو عقل سے کورا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ معری کی عقل اقبال کے اس جنوں سے مشابہ ہو جو صاحب ادراک ہے اور سوزوں بقاست خرد ہے۔

معری دیندار ہے لیکن اس کی نظر میں دین کی تعریف یہ ہے کہ معاشرہ

کا نظام حق و انصاف پر قائم ہو، حقدار کو اس کا حق ملے اور مظلوم کی دادرسی ہو، وہ کہتا ہے :

الدین انصافك الا قوام کلهم و أی دین لابی الحق ان وجبا ؟

(ترجمہ) دین تو یہ ہے کہ تمام اقوام کے ساتھ انصاف ہو، بھلا اس شخص کا بھی کوئی دین ہو سکتا ہے جو واجب حق کے ادا کرنے سے انکار کرتا ہے ؟

معری اپنے جنت کے سفر میں نامور عربی شاعروں سے ملتا ہے ان سے ادبی و لسانی مشکلات حل کراتا ہے، ان سے بعض ایسے اشعار کے بارے میں استفسار کرتا ہے جو ان کے نام منسوب ہیں۔ اور کسی سے غالب کا سا جواب بھی ملتا ہے کہ اگر یہ مجھ اسد کا ہو تو مجھ پر لعنت خدا کی۔ بعض اشعار کی ایسی شرح جس سے وہ مطمئن نہیں اور عام طور پر وہی شرح مروج تھی اس کے بارے میں متعلقہ شعراء سے استصواب چاہتا ہے اور مروج شرح سے ہٹ کر اپنی شرح کی صحت بیان کرتا ہے۔

جنت میں جب وہ جاہلی شاعر ''اعشی،، سے ملتا ہے تو حیران ہو کر اس سے پوچھتا ہے تم : جنت میں کیسے پہنچے۔ اعشی کہتا ہے کہ مجھے نگراں فرشتے جہنم کی طرف کشاں کشاں لئے جا رہے تھے کہ میدان قیامت میں مجھے ایک چاند کی طرح چمکتا ہوا چہرہ نظر آیا جس کے چاروں طرف لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ اے محمد ! اے محمد ! شفاعت فرمائیے۔ ہم اپنے فلاں عمل کو آپ کے سامنے بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں، چنانچہ میں نے بھی فرشتوں کے درمیان سے نعرہ لگایا۔ اے محمد ! میری مدد فرمائیے۔ آپ کے ذمہ میرا بھی ایک حق ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ اے علی ! جلدی سے جا کر دیکھو اس کا کیا حق ہے ؟ چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب میرے پاس آئے اور میں جہنم کے نچلے حصہ میں ڈالا جا رہا تھا، آپ نے مجھے رکوایا پھر دریافت کیا تیرا کیا حق ہے۔ جس پر میں نے کہا :

وهی مشہور نعتیه قصیدہ :

أجدك لم تسمع و صاة محمد
نبی الا له حین أوصی و أشهدا

پھر اعشی نے حضرت علی سے کہا : - میں اللہ پر اور حساب پر اور حیات بعد الموت پر ایمان رکھتا تھا جس پر میرے یہ اشعار شاهد هیں -

فما ایبلی علی هیکل بناه و صلب فیه و صارا
یراوح من صلوات الملیك طورا سجودا و طورا جؤارا
با عظم منك تقی فی الحساب اذا النسمات نفضن الغبارا

(ترجمه) کوئی راهب اپنے بنائے هوئے هیکل میں صلیب جمائے یکسوئی سے خدا کے سامنے نماز میں کبھی سجدہ کرتا اور کبھی عاجزی سے گڑگڑاتا ہو وہ بھی حساب میں تجھ سے زیادہ تقوی شعار نه هوگا جب که لوگ قبروں سے غبار جھاڑتے نکلیں گے -

حضرت علی ! رسول کریمؐ کے پاس واپس آئے، آپ کو بتایا که یه ''اعشی،، هے، آپ کی مدح میں اس کا ایک قصیدہ مروی هے اور اس نے گواهی دی تھی که آپ نبی مرسل هیں - آپؐ نے فرمایا : یه دنیا میں میرے پاس کیوں نه پہنچا ؟ حضرت علی نے کہا : یه تو آرها تھا، لیکن قریش اور شراب کی لت نے اسے روک دیا - چنانچه رسول اللہ نے میری سفارش فرمائی اور میں اس شرط پر جنت میں داخل کیا گیا که یہاں شراب نه پیوں گا، اور میں اس پر خوش هوں - مجھے شہد اور آب حیوان کے بعد اس کی ضرورت بھی نہیں - اسی طرح جو بھی دنیا میں شراب سے تائب نه هوگا آخرت میں وہ اسے نه پی سکے گا - (غفران ص ۱۷۹ تا ۱۸۱)

علامه اقبال هندی کے معروف شاعر برتری هری کو جنت میں دیکھتے

هیں اور معری زمانه جاهلیت کے بعض شعراء کو جنت میں پاتا هے، یه کیفیت خدائے تعالی کے غفران کی وسعت، انسان دوستی اور رحمت الٰهی سے پر امید رهنے کی عکاسی کرتی هے ۔ الغرض دونوں شاعر رحمت الٰهی کی لامحدود وسعت پر ایمان رکھتے هیں اور مغفرت کا دروازه بلا تعصب هر راست باز انسان کے لئے کھلا رکھتے هیں ۔

ماخذ

١ ۔ جاوید نامه — علامه اقبال، نومبر ١٩٥٩ء

٢ ۔ فی السماء عربی ترجمه جاوید نامه — ڈاکٹر حسین مجیب مصری

٣ ۔ انگریزی ترجمه جاوید نامه — شیخ محمود احمد، مطبوعه لاهور ١٩٦١ء

٤ ۔ انگریزی ترجمه جاوید نامه — آرتھر جے آربری، لندن ١٩٦٦ء

٥ ۔ شرح جاوید نامه — یوسف سلیم چشتی

٦ ۔ ضرب کلیم — علامه اقبال

٧ ۔ محمد اقبال — (مجموعه مضامین)، قاهره ١٩٥٦ء

٨ ۔ بانگ درا — علامه اقبال

٩ ۔ لزوم مالا یلزم (لزومیات) — ابو العلاء المعری، مطبوعه مصر ١٣٣٣ھ

١٠ ۔ افکار معری — عبدالرحمن طاهر سورتی، لاهور

١١ - ابوالعلاء و ما اليه — عبدالعزيز الميمنى
المطبعه السلفيه قاهره ١٣٤٤ ھ

١٢ - مع ابى العلاء فى سجنه — طه حسين
دارالمعارف مصر ١٩٦١ء

١٣ - الفصول و الغايات ج ١ — ابو العلاء المعرى
مطبع حجازى، قاهره ١٩٣٨ء

١٤ - الدراسات الاسلامية — مقاله ارد اويرافنامه
المجلد العاشر ، العدد الثانى

١٥ - المهرجان الالفى لابى العلاء المعرى
دمشق ١٩٤٥ء

١٦ - رسالة ابن القارح
و رسالة الغفران لابى العلاء المعرى
تحقيق بنت الشاطئ
دارالمعارف ، مصر ١٩٦٣ھ

١٧ - اعلام الفلسفة العربية
بيروت ١٩٥٧ء

١٨ - تاريخ ادب عربى — احمد حسن زيات
قاهره

١٩ - تاريخ ادب عربى از نكلسن

★★★